لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب

سلسلہ مشاہیر اسلام و صوفیہ کرام نمبر ۸

سرمد شہید

یعنی حضرت سرمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی

مؤلفہ مولانا ابوالکلام محی الدین صاحب آزاد دہلوی ایڈیٹر الہلال کلکتہ

ملک نجم الدین ایڈیٹر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات نے
بار دوم
نول کشور پریس لکھنؤ میں طبع کرائی

قیمت   تعداد جلد ۲۰۰۰

رسالہ صوفی

پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

علم تصوف کا یہ ماہوار رسالہ زیر ایڈیٹری ملک محمد الدین صاحب پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات سے شائع ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ حسن نظامی پروفیسر اقبال۔ بابو شیوبرت لال ورمن ایم اے۔ طالب بنارسی ایڈیٹر صاحب مت۔ وکیل۔ آرمی نیوز۔ شحنۂ ہند میرٹھ اور مولوی محمد حسین صاحب بی۔ اے وغیرہ اس میں خاص طور سے مضمون لکھتے ہیں۔ صفائی باطن اور درستی اخلاق کے لئے اس سے بہتر رسالہ ملنا ناممکن ہے۔ بچوں اور عورتوں کو اس کا مطالعہ کرانا آئندہ نسلوں کے اخلاق سدھارنے کے لئے از حد مفید ہے۔

قیمت سالانہ معہ محصول

عہ/

المشتہر

مینجر صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات پنجاب

سلسلہ مشاہیر اسلام وصوفیہ کرام

مشاہیر اسلام وصوفیہ کرام کے حالات زندگی مرتب کرنے سے یہ فائدہ پیش نظر ہے کہ ہم لوگ بھی ان بزرگوں کے روحانی فیوض وبرکات سے فیضیاب ہوں اور دیکھیں کہ اسلام نے اپنی سادہ تعلیم سے قرون اولیٰ میں کیسے کیسے حکمائے مشائخ اور کس پائے کے اولیاء اللہ پیدا کئے ہیں ان بزرگ واروں نے معرفت کے رموز باطنی کو طشت از بام کر دیا اور ان کی یہاں تک اشاعت کی کہ آج ساری دنیا پر شیوخ باطن کی حکومت ہے ان کے نقش قدم پر چلنے کے واسطے انکے حالات سے واقف ہونا ضرور ہے اسلئے کارخانہ صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے اور اس غرض سے ہر ایک شخص آسانی سے خرید کر مطالعہ کر سکے قیمت بہت کم رکھی ہے فی الحال نمبران ذیل تیار ہیں شائقین طلب فرما کر خود پڑھیں اپنے بچوں اور مستورات کو پڑھائیں اہل ثروت خرید کر غربا اور مسلمان طالب علموں میں تقسیم فرماویں۔

	اصل قیمت		رعائتی	
۱۔ حضرت منصور بن حلاج علیہ الرحمۃ		۲ر	رعائتی	ـــر
۲۔ حضرت بابا فرید الدین گنجشکر علیہ الرحمۃ	″	۳ر	″	۱ر
۳۔ حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی	″	۳ر	″	۱ر
۴۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ	″	۲ر	″	ـــر
۵۔ حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ	″	۳ر	″	۱ر
۶۔ حضرت امیر خسرو طوطئے ہند	″	۲ر	″	ـــر

نام	اصل قیمت		رعایتی	
۷- حضرت شیخ بوعلی قلندر پانی پتی رح	اصل قیمت	۳ر	رعایتی	ار
۸- حضرت سرمد شہید علیہ الرحمۃ	"	۳ر	"	ار
۹- حضرت غوث اعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	"	۳ر	"	ار
۱۰- حضرت عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ	"	۳ر	"	ار
۱۱- حضرت سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہ	"	۲ر	"	۸ر
۱۲- حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	"	۳ر	"	ار
۱۳- حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رح	"	۲ر	"	۸ر
۱۴- حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی	"	۲ر	"	۸ر
۱۵- حضرت شیخ سنوسی رحمۃ اللہ علیہ	"	۳ر	"	ار
۱۶- حضرت عمر بن خیام علیہ الرحمۃ	"	۳ر	"	ار
۱۷- حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ	"	۵ر	"	۲ر
۱۸- حضرت شیخ محی الدین اکبر رحمۃ اللہ علیہ	"	۴ر	"	۱۰ر
۱۹- شمس العلما مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم	"	۳ر	"	ار
۲۰- نواب محسن الملک مرحوم	"	۳ر	"	ار
۲۱- مولوی نذیر احمد مرحوم	"	۳ر	"	ار
۲۲- آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد مرحوم	"	۵ر	"	۲ر
۲۳- آنریبل سید امیر علی سلمہ ربہ	"	۲ر	"	۸ر
۲۴- حضرت شہباز رحمۃ اللہ علیہ	"	۵ر	"	۲ر
۲۵- امیر المومنین سلطان عبد الحمید رح	"	۵ر		۲ر

۲۶- گرشن معظم   اصل قیمت   ۲ر   رعائتی   ۸ر

۲۷- حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ   "   ۲ر   "   ۸ر

۲۸- حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ   "   ۳ر   "   ۱ر

۲۹- حضرت امام جنید رحمۃ اللہ علیہ   زیرِ طبع

۳۰- حضرت ابونجیب سہروردی علیہ الرحمۃ   اصل قیمت   ۲ر   "   ۸ر

۳۱- غازی عثمان پاشا رحمۃ اللہ علیہ

۳۲- حضرت خالد بن ولید علیہ الرحمۃ   زیرِ طبع

۳۳- حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

۳۴- شیخ ابوسعید ابوالخیر مہنوی   اصل قیمت   ۲ر   رعائتی   ۸ر

۳۵- حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری   "   ۲ر   "   ۸ر

۳۶- حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ   "   ۴ر   "   ۱۰ر

۳۷- حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ   "   ۴ر   "   ۱۱ر

۳۸- جالینوس   "   ۳ر   "   ۱ر

۳۹- حاتم طائی   "   ۳ر   "   ۱ر

المشتہر

مینیجر صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سرمد شہید

سرمد کی شہادت اگرچہ ہر خاص و عام میں مشہور ہے مگر اس کے واقعات اردو
زبان میں آج تک قلمبند نہیں ہوئے تھے میں نے اپنے مخلص قدیمی مولانا ابوالکلام
محی الدین آزاد دہلوی قادری نقشبندی سے درخواست کی کہ سرمد کا شہادت نامہ لکھدیں
چنانچہ انہوں نے باوجود عدیم الفرصتی و علالت اس کو لکھا اور خوب لکھا باعتبار ظاہر اردو زبان
میں اس سے اعلیٰ اور شاندار الفاظ آجکل کوئی جمع نہیں کرسکتا اور باعتبار معانی یہ سرمد
کی زندگی اور موت کی بحث نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ مقامات روشنی پر ایک مستانہ اور البیلا خطبہ
نظر آتا ہے مولانا آزاد کا اور ان کے اوصاف کا تعارف کرانا اسی طرح دشوار ہے جس طرح
سرمد کی زندگی و شہادت کا واقعہ لکھنا مشکل تھا۔ آزاد مسلمانوں کے اس دور آخر میں گذشتہ وقت
کی غائب شدہ شوکت کا مجسم ظہور ہیں اگر مسلمانوں کی قدردان حکومتیں باقی ہوتیں تو ہم جیسے
بے نوا لوگ آزاد تک کہاں پہنچ سکتے کیونکہ ان کے گرد تاجداروں کا حلقہ ہوتا وہ ایک مشہور
صوفی بزرگ مولوی خیر الدین صاحب قادری نقشبندی کے صاحبزادے ہیں جن کے اشعار

بمبئی و کلکتہ و بنگال میں ہزارہا مریدین پائے جاتے ہیں۔ عربی فارسی اردو تینوں زبانوں پر ان کو پورا قابو حاصل ہے تحریر کا نمونہ تو ناظرین کے سامنے ہے تقریر اس سے بڑھ کر دل آویز اور جادو خیز ہوتی ہے ہندوستان کے اکثر نامی جلسوں میں لوگوں نے ان کی سحر بیانی سنی ہے ابھی کم سن ہیں بظاہر اٹھارہ سالہ معلوم ہوتے ہیں خدا تعالےٰ ان کی زندگی کو ہماری خواہش پر چھوڑ دے تو اپنے جیتے جی ان کو کبھی نہ مرنے دیں (حسن نظامی)

آنانکہ غم تو برگزیدند ہمہ — در کوئے شہادت آرمیدند ہمہ
در معرکۂ دو کون فتح از عشق است — با آنکہ سپاہ او شہید ند ہمہ

خواجہ صاحب مصر ہیں کہ سرمد پر کچھ لکھوں اور میرا یہ حال ہے کہ سفر میں ہوں اور اپنے حیات کدہ یعنی کتب خانہ سے تیرہ سو میل دور ہوں۔ تاہم بعض اصرار ایسی زبانوں سے ہوتے ہیں۔ جن کا جواب صرف تعمیل ہی ہوتا ہے مجبوراً مرقع کی جگہ نما کے کی چند ٹیڑھی لکیریں صفحوں پر کھینچ دیتا ہوں۔

عہد عالمگیری اور اس کے بعد جس قدر فارسی تذکرے لکھے گئے ان میں بالعموم سرمد کے عنوان سے چند سطریں ملتی ہیں۔ لیکن اول تو قدیم تذکروں کے حالات اس قدر مختصر اور ناکافی ہوتے ہیں کہ اگر زندگی میں ان کے نام خطوط لکھے جاتے تو لفافے کے لئے پورا پتہ بھی میسر نہ آتا۔ اور پھر جو کچھ ہوں وقت یہ ہے کہ اس وقت سامنے نہیں ہیں نے عہد عالمگیری کی تاریخوں کو دیکھا کہ شائد حوادث و واقعات کے ضمن میں کچھ حالات مل جائیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ پولٹیکل عاقبت اندیشیوں نے قلم کو روک لیا تھا مرزا محمد کاظم نے عالمگیر کے حکم سے تمام سوانح و حالات بقید سنین قلمبند کرنے شروع کئے لیکن صرف ۱۰ سال ہی

کے حالات لکھے تھے کہ حکماً یہ سلسلہ بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد شاہ عالم کے عہد میں طلب عنایت اللہ کو خیال تکمیل ہوا۔ اس کے اشارے سے مستعد خان نے بقیہ چالیس سال کے سوانح قلمبند کئے اور ابتدائی دہ سالہ مجموعہ کا انتخاب شامل کر کے مآثر عالمگیری نام رکھا۔ میں نے سنہ ہجری کے حالات کی ورق گردانی کی کہ یہی سرمد کی شہادت کا سن ہے مگر حالات کا ملنا ایک طرف معلوم ہوتا ہے کہ پوری مستعدی کے ساتھ تاریخ کے صفحوں کو بچایا گیا ہے کہ اس شہید عشق کے جامہ خونچکاں کی قطرہ افشانی سے حاشیئے پر کہیں دھبے نہ پڑ جائیں لطف یہ کہ اسی سال شاہ عباس ثانی اور حسین پاشا رومی (غالباً والئے حجاز) کے سفرا آئے تھے اُنکے حالات کی سطریں صفحے کی انتہا تک پہنچکر بھی آگے بڑھنے سے نہیں رکتیں خیر یہ حالات بھی کچھ نہ کچھ اہمیت رکھتے تھے طرہ بریں یہ کہ اس سال نواح دہلی میں کہیں چند لڑکے شاہ وزیر کی نقل کھیل رہے تھے ان میں ایک کوتوال اور ایک مجرم بھی تھا مصنوعی کوتوال نے غیظ و غصہ میں آ کر مصنوعی مجرم کو اصلی سزا دیدی نصف صفحے کے قریب اس حادثہ عظیم اور داستان اہم کی نذر کیا گیا۔ مورخ کی نظر کا جب یہ حال ہو تو ظاہر ہے کہ ایسے قصوں کے ہجوم میں سرمد بیچارے کی نعش کیوں کر نظر آتی۔

خافی خان کی منتخب اللباب عہد مغلیہ کی مشہور ترین تاریخ ہے جس نے اورنگزیب کے حالات اس تفصیل سے لکھے ہیں گویا صرف یہی زمانہ موضوع کتاب ہے قیاس کہتا تھا کہ اس نے یہ واقعہ نظر انداز کر دیا ہو گا کیونکہ عالمگیری عہد کا قلم اس کے ہاتھ میں نہ تھا جس کو ہر قدم پر روک لئے جانے کا اندیشہ ہو۔ مگر جب اسے کھولا تو ہزار صفحے کے سوانح میں ایک لفظ بھی سرمد کی نسبت نہ تھا سچ یہ ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا راز مورخ کا قلم ہے آج کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی باگ میں کتنی گرہیں ڈالدی گئی تھیں۔

سرمد کی شہادت کا وہی سن ہے جس سن میں کوچ بہار اور آسام پر چڑھائی کی گئی اس لئے دونوں تاریخوں نے اس سال کے حالات کا نصف حصہ اسی فتحیابی کی داستان سرائی میں صرف کر دیا۔ فتح آسام کی اہمیت بیان میں شک نہیں مگر مستعد خاں کو کیا معلوم تھا کہ تماشا گاہ عالم میں ایسی آنکھیں بھی ہیں جو اس شادمانی فتح پر تو غلط انداز نظر نہ ڈالیں گی مگر اس غم اثر شکست پر ہمیشہ خونچکاں رہیں گی جو ایک مجنون لیلئے حقیقت کو دار پر کھینچکر معرکۂ حق پرستی میں عالمگیر کو نصیب ہوئی!۔

قصہ مختصر باایںہمہ دو کتابیں ایسی پیش نظر ہیں جن سے زیادہ معتبر راوی سرمد کے لئے نہیں ہو سکتے پہلا شخص شیر خاں لودی ہے جو بغیر کسی واسطے کے عالمگیری عہد کے واقعات لکھتا ہے کیونکہ اسی عہد کا تذکرہ نویس ہے اس کا تذکرہ مرأۃ الخیال میرے سامنے ہے دوسرا شخص علی قلی خاں داغستانی عہد محمد شاہ کے امراء میں سے ہے جس نے نہایت تفحص و احتیاط سے شعرائے فارسی کا تذکرہ ریاض الشعراء مرتب کیا۔ اس کا قلمی نسخہ مصنف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کتب خانہ میں موجود ہے اور زیادہ تر حالات میں نے اسی سے لئے ہیں یہ گو عہد محمد شاہ میں لکھا گیا ہے لیکن سرمد کے حالات کے لئے ایک واسطے سے زیادہ دور نہیں اس کے علاوہ تمام تذکروں کے جو کچھ لکھا ہے۔ ذہن میں کچھ نہ کچھ تو محفوظ ہے ایشیاٹک سوسائٹی میں ایک بیاض قلمی عہد عالمگیر ثانی کے کسی خوش مذاق شاعر سراج الدین سراج کی جمع کی ہوئی ہے اس میں کہیں کہیں حالات بھی دیئے ہیں چند باتیں اس سے جمع کی ہیں غرض کہ گلدستہ تو نہ بنا۔ مگر چند پتوں اور پنکھڑیوں کو دامن میں لے لیا ہے کہ مشہد سرمد میں جاؤں تو خالی ہاتھ نہ کیا جاؤں۔ (ابو الکلام دہلوی)

سرمد کی اصل قومیت اور مذہب کو صاف نہیں بتلاتا مصنف مرأۃ الخیال کا بیان ہے

کہ "اصلش از فرنگستان وارمنی بود" مگر باقی تذکرے یہودی الاصل بتلاتے ہیں والہ داغستانی
اس بہا تنا اور بڑھاتا ہے کہ وطن کاشان تھا مگر یہ خیال باہم متناقص نہیں کیونکہ ایران
میں قدیم سے ارمنیوں کی وسیع آبادی موجود ہے جو بالعموم مسیحی اور بعض بعض یہودی ہیں
اب تو انہوں نے یکسر یورپین طرزِ معاشرت اختیار کر لی ہے اور تحصیل علوم جدیدہ میں تمام
ایرانی جماعتوں سے پیشرو ہیں۔ مگر ایک صدی پیشتر تک ان میں مذہب کے سوا کوئی
بات مسلمانوں سے مختلف نہ تھی ان میں سے بعض اسلامی علوم و آداب کو اس حد تک
حاصل کرتے تھے کہ مسلمانوں کی تعلیم یافتہ صحبت میں شریک ہو سکتے تھے چنانچہ تذکروں
میں متعدد شعراء کے حالات ملتے ہیں جو ارمنی اور مسیحی تھے۔ مگر ان کے اشعار ایران کے مسلمان
خوشگو شعراء کے کلام سے کسی طرح کم نہیں۔ سرمد کا خاندان بھی ارمنی اور یہودی ہوگا کاشان
میں متوطن ہوں گے ارمنی ہونے کی وجہ سے لوگوں کو خیال پیدا ہوا ہوگا کہ فرنگی ہے اور ایک
باہر کے غیر معروف آدمی کی نسبت ایسا دھوکا ہونا کچھ عجیب نہیں۔

آفتاب جب چمکتا ہے تو باغ و چمن کو نہیں ڈھونڈھتا کہ اپنی کرنوں کا انہیں نشیمن
بناؤں اس کا فیضان ضوبخش مبدء فیاض کی طرح فیض عام ہے محلسرائے شاہی کے کنگروں
کے طلائی کلس اگر اس کی ضوافشانی سے چمک اٹھتے ہیں تو کیا جنگل کے خشک درختوں
کی شاخوں پر سنہری رنگ نہیں چڑھ جاتا میں کیا کہہ رہا ہوں؟ میرا مقصد نظام شمسی
کے مرکز سے نہیں بلکہ آفتاب اسلام سے ہے اس افیانوس تجلی کی لہریں اٹھیں تو انہوں
نے اپنے پہلے تو جسم و خون اور قوم کے قائم کئے ہوئے امتیازات کو خس و خاشاک کی طرح
بہا دیا پھر سیرابی کا وقت آیا تو احرار قریش اور ارقائے حبش بطحا و یثرب اور عجم و فرنگ تا جدار
غستان اور بادیہ نشین عرب ادنی و اعلیٰ دور و نزدیک سب کو یکساں طور پر شریک فیض

کیا صرف صلاحیت اور اثر پذیری معیار فیض رسانی تھی کہ ہر قوم اور ہر زمین بقدر صلاحیت حصہ یاب ہوئی۔ بوجہل قریشی تھا اور خزانے کے پاس مگر مدت العمر محروم رہا۔ بلال حبشی اور سہیل رومی تھا پھر کس قدر دور تگران کے دامن دیکھیے تو مالا مال تھے۔ ابر کرم کہاں نہیں برستا؟ مگر ہر زمین لالہ زار نہیں بن جاتی تھی۔ ع

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے   آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

یہ اسی فیاضانہ فیض بخشی کا نتیجہ تھا کہ عرب گو مبداء و منشاء اسلام تھا مگر اس کی کوئی خصوصیت نہیں رہی نو مسلم قومیں جو دور دراز ملکوں سے آتی تھیں ہر علم و فن میں اس طرح دست بر علم ہوئیں کہ خود عرب کو انکے لئے اپنی صفیں توڑ دینی پڑیں۔ یہاں تک کہ آج تراجم و رجال کی سفینہ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو کوئی علم و فن ایسا نظر نہیں آتا جس پر نو مسلم قوموں کا تسلط نہ ہو حتی کہ فقر و تصوف جس کی مذہب کے سایہ میں پرورش ہوتی ہے اس کی تاریخ بھی نو مسلم اشخاص کی خود فروشیوں کی منت پذیری سے آزاد نہیں بات یہ ہے کہ خدا کی محبت کی طرح اسلام کی بے دریغ فیض بخشی بھی اس طرح عام تھی کہ نسبت و قومیت اور رنگ و خاندان سے اسے کیا سروکار۔

اس عام فیض بخشی کی ایک نمایاں نظیر سرمد کی سوانح عمری بھی ہے وہ ایران کے کسی ارمنی خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور مذہبًا یہودی یا عیسائی تھا۔ آغاز عمر ہی میں فیضان الٰہی کی نظر انتخاب پڑی اور جذب ہدایت کی کشش نے مشرف باسلام کیا خاندانی نام کا پتہ نہیں چلتا اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبول اسلام کے بعد کیا نام رکھا گیا عام طور پر صرف سرمد ہی کے لقب سے تذکروں میں ذکر کیا گیا ہے اور سچ یہ ہے کہ سرمد کا بے نام ہونا جائے تعجب نہیں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنکی شرع میں بے نام و نشان تو رکن اولین بلکہ شرط ایمان ہے ع

باوجودت زمن آواز نیاید کہ منم

لیکن بعض تذکروں میں "سعید اے سرمد" کے عنوان سے اس کے حالات درج کئے گئے ہیں اس سے قیاس ہوتا ہے کہ اسلامی نام کا ایک جزو شائد لفظ سعید ہوگا۔ جو بقاعدہ تخفیف تخلص کے ساتھ مشہور ہوگیا۔

تحصیل علمی کا حال معلوم نہیں۔ لیکن تذکرے متفق اللفظ ہیں کہ علم فضل اور عربیت میں درجہ کمال رکھتا تھا اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ تحصیل علمی اس زمانے کے نصاب کے مطابق کامل ہوگی۔

ابتدائی پیشہ تجارت تھا۔ ایران سے تجارتی اموال لیکر ہندوستان کیطرف بڑھا کہ اس زمانہ میں علم وفن کی طرح جنس ومتاع کی بھی نمائش گاہ ہندوستان تھا مگر یہ جوان تاجر جو بے خبر ہندوستان کی طرف تدم راں تھا نہیں جانتا تھا کہ وہاں پہنچکر کس تجارت میں اپنا تمام سرمایہ لگا دینا پڑیگا وہ شائد ایرانی مصنوعات فروخت کرکے ہندوستان کی قیمتی اجناس اور محسود عالم کانوں کے لعل والماس خریدنا چاہتا تھا لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ قضا وقدر اس کے خلاف فیصلہ کرچکی ہے تجارت تو اُسے بہرصورت آخر حیات تک کرنا پڑے گی مگر خاذن مادے کی تجارت گاہوں میں نہیں بازار حسن عشق میں جہاں جہاں سونے چاندی کی جگہ دل صد پارہ اور جگر صد زخم خوردہ کا سکہ رائج ہے اور جہاں کی تجارت یہ ہے کہ صبر وشکیب ہوش وخرد دل وجگر دے کر ایک غلط انداز نظر ایک چین جبیں ایک تغافل پیشہ نگاہ خرید لیجئے کہ اس سہل قیمت پر یہ متاع مشکل مفت ہے۔ سہ

صد ملک دل بہ نیم نگہ سے تواں خرید   خوباں دریں معاملہ تقصیرے کنند

اور صرف اتنا ہی نہیں کیونکہ یہ تو اس بازار کی نمائشی اور سامنے کی چہل پہل ہے اگر

ہمت مقدم آگے بڑہائے تو پھر وہ آخری سودا بھی کرنا پڑیگا۔ جس کی قیمت فقط جان ہے اور جس میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ حیات کا لبریز پیمانہ خون شہادت کے ایک لبریز جام سے بدل لیا جاتا ہے اور حسن بخش کے معاوضہ میں اگر یوسف سے کون خیرہ نظر ہے جو اس متاع کا مشتری نہ ہو؟ ؎

دو عالم نقد جان بر دست دارند　　　بہ بازارے کہ سودائے تو باشد

اس زمانہ میں ایرانی سیاح عموماً سندہ ہو کر ہندوستان آتے تھے سندہ کے شہروں میں ٹھٹھہ ایک مشہور شہر تھا جس کو اب نئے جغرافیہ میں گمنامی کا خانہ نصیب ہوا ہے یہی ٹھٹھہ وہ سینائے مقدس تھا جو سرمد کے لئے تجلی گاہ ایمن بنا اور لیلائے حسن نے اول اول اپنے چہرے سے نقاب الٹی کہتے ہیں کہ ایک ہندو لڑکا تھا جس کی چشم کافر نے یہ افسوں طرازی کی اور ایسا ہونا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ عشق خیز دلوں کو دو نیم کرنے میں بخیہ گر کی سوئی اور جلاد کی تیغ دونوں برابر ہیں یہاں تجارت میں خریدار عموماً بے پروا و بے نیاز مگر صاحب جنس غرضمند ہوتا ہے پھر جو لوگ کہ اپنے دلوں کو ہاتھوں پر بطرز نظر رکھے ہوئے خریدار ڈھونڈھتے ہوں انہیں تو حق ہے ہی نہیں کہ خریدار میں خاص اوصاف کے طالب ہوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سادہ لوح ایرانی تاجر بھی متاع دل کی کس مپرسی سے تنگ آ گیا تھا اور خود خریدار کو بتیابانہ ڈھونڈہ رہا تھا جب خریدار مل گیا تو نظر اٹھا کے دیکھا نہیں کہ کون ہے اور کیا لیکے آیا ہے اسی کو غنیمت سمجھا کہ دل جیسی متاع ارزاں کی ایک چشم سحر کار طالب ہے اور بلا تامل یہ سودا منظور کر لیا ؎

دلال عشق بود و خریدار جانستان　　　خود را فروختیم چہ سودا بما رسید

سرمد کو آئندہ جس صحرا میں بادیہ پیمائی کرنی تھی یہ اس کی طرف پہلا قدم تھا اور کچھ شک

ہی کی خصوصیت نہیں۔ عشق خواہ کسی عنوان ہو منزلِ حقیقت کا ہمیشہ سب سے پہلا قدم ہے
بلکہ یہ کہنا بھی تنزل ہے منزلِ حقیقت کا کیا ذکر عشق تو وہ دروازہ ہے کہ جس سے گذرے
بغیر انسان انسان نہیں ہو سکتا جس کے دل و جگر میں ٹیس اور آنکھوں میں تری نہیں
اس کو معنے انسانیت سے کیا واسطہ ! تم نے اکثر دیکھا ہو گا کہ زاہد معتکف بھی باایں ہمہ تعشق و تقشف
جب اپنے زاویۂ عبادت میں سر زانو ہوتا ہے تو حور و غلمان کی مسکراہٹ سے لطف لئے بغیر نہیں
رہ سکتا۔ یعنی جو خشک دماغ مسجد کے گوشوں اور حجروں میں دوست کو ڈھونڈھتے ہیں انہیں بھی
اس تصور کے بغیر چارہ نہیں۔ سہ

حور جنت جلوہ بر زاہد دہد در راہِ دوست اندک اندک عشق درکار آورد بیگانہ را

یہی وجہ ہے کہ جو سودا زدگانِ حقیقت شاہد ازلی کے جاندادہ ہیں انہیں بھی عشق مجازی
کے کوچوں میں در و دیوار سے سر ٹکراتے دیکھا گیا ہے۔ کیونکہ دل جب تک لذت آشنائے
درد نہ ہو۔ برف کی ایک قاش ہے۔ جس کو پانی بنتے دیکھا۔ مگر آگ میں جلتے ہوئے کبھی نظر نہ
آئی۔ حالانکہ انسانیت کا مفہوم یکسر سوز و گداز ہے اور عشق کا کلیسا آتشکدہ ہے یہاں وہی
آتش طلب قدم رکھ سکتے ہیں جو اپنے دلوں کو اس آتشکدے پر نذر چڑھا دیں اور پھر دامن سے
ہوا دیتے جائیں کہ کہیں شعلوں کی بھڑک کم نہ ہو جائے سہ

افسردہ را نصیب نباشد دل کباب اس یا بداین نوالہ کہ مہمان آتش است

عشق الٰہی کی پہلی شرط یہ ہے کہ ماسوا کی طرف سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔ مگر
انسان آب و گل تعلقات میں اس طرح پا بگل ہے کہ جب تک دل پر درد کی کوئی محکم چوٹ
نہ لگے۔ ادھر سے ٹوٹ نہیں سکتا۔ مکھی جب شہد پر بیٹھ جاتی ہے تو جب تک اڑائے نہیں
نہیں اڑتی۔ انسان کا دل جب تک چوٹ نہ کھائے دنیا کی لذتوں کو نہیں چھوڑتا۔ یہ چوٹ

صرف عشق ہی کے ہاتھوں لگ سکتی ہے عشق ہی کا فرشتہ اپنے بازوؤں میں وہ مافوق الفطرت رکھتا ہے کہ اس کی تیغ کا پہلا ہی وار خون کے تاروں سے بندھے ہوئے رشتوں اور دنیا کی دلفریبیوں کی جکڑی ہوئی زنجیروں کو دو ٹکڑے کر دیتا ہے اور دل جب ہر قسم کی بندشوں سے آزاد ہو کر اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو حلقۂ ازل کے سوا اور کوئی بیڑی پاؤں میں نہیں ہوتی اسی درد کے لئے عارف عطار بیقرار و فغاں ساز ہے کہ ؎

کفر کافر را و دین دیندار را ذرۂ دردے دل عطار را

غور کرو جس مردہ دل کو کبھی یہ وقت خوش نصیب نہ ہوا کہ کسی بند نقاب کے ٹوٹنے کے تصور میں اپنے خرمنِ ہوش و حواس پر بجلیاں گرا لئے اس کو شاہد حقیقت کا نظارہ حواس ظاہری سے کب کھو سکتا ہے! جس افسردہ نفس نے اپنے عزیز اور شیریں راتیں کسی نرگس خواب آلود کی یاد میں نہ کاٹی ہوں اس کو معشوق حقیقی کی یاد میں بے چین راتیں کب نصیب ہوں! جس خیرہ دماغ نے اپنے سرمایۂ عجز و نیاز کو کسی مغرور ناز کی کج ادائیوں اور بے نیازیوں پر نثار نہ کر دیا ہو وہ خود پسندی اور وجود آرائی کے بت کیونکر توڑ سکتا ہے! جس بجس کو کسی پیکر حسن کی صدا لئے شیریں نے مبہوت اور لایعقل نہ کر دیا ہو اس کو ساز ازل کی نغمہ سرائی پر کیونکر وجد آئے۔ غرضکہ جس نصیب کو کسی مست حسن کی نگاہ بے محابا بیخود نہ کر سکی اُسے جلوۂ طور پہ کیوں غش آنے لگا! جو فتیلہ پہلے جل چکا ہو وہ فوراً آگ پکڑ لیتا ہے لیکن نئے فتیلہ کو بہت دیر تک آگ دکھلانی پڑتی ہے۔ ؎

محبت با دل غم دیدہ الفت بیشتر گیرد چراغے را کہ دودے ہست در سر زود تر گیرد

ناظرین اگر جویائے حسن ہیں تو روئے پنہاں کے نظارے کے کیونکر منتظر ہیں! اُنہیں تو پردہ نقاب کی زیبائی پر ہی لوٹ جانا چاہئے کنعان کی گم کردہ بصر آنکھوں نے جلوۂ یوسفی کا

انتظار نہیں کیا۔ پیراہن یوسفی کی بو پاتے ہی آنکھیں کھل گئیں کہ اِنّی لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُف لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ یہی وجہ ہے کہ مے خانۂ حقیقت میں جب مجلس گرم ہوتی ہے تو پہلے جام و مینا کا دور چلتا ہے اور جب اس کے تلخ گھونٹ گوارا ہو جاتے ہیں تو پھر خود ساقی اپنے چہرے سے نقاب الٹ دیتا ہے کہ اب جام و سبو کی ضرورت نہیں اس کی نگاہ نشہ خیز سے خود رفتگی و خود گذشتگی حاصل کیجئے ؎

مے حاجت نیست مستیم را　　در چشم تو تا خمار باشد

سرمد کے آگے بھی یہ جام رکھا گیا اور جام کی خوبی بہت کچھ جام پیش کرنے والے ہاتھ کی رعنائی پر منحصر ہے اس لئے ہم اس ہندو لڑکے کو بھولنا نہیں چاہتے۔ جس کی نگاہ لیلےٰ روش نے سرمد کو مجنوں بنایا۔ مگر افسوس کہ ہر عاشق قیس و فرہاد کی قسمت کو کہاں سے لائے! سرمد کے لیلے کا زیادہ سے زیادہ حال جو معلوم ہوتا ہے یہی ہے کہ ایک ہندو لڑکا تھا اور غور کیجئے تو یہ بھی بہت ہے کیونکہ بازار عشق میں جب سودا چکایا جاتا ہے تو یہ کب دیکھا جاتا ہے کہ خریدار کون ہے اور کیا قیمت مل رہی ہے! ؎

مرا فروخت محبت و لے نمیدانم　　کہ مشتری چہ کس است و بہائے چند مست

ارباب تذکرہ اس میں بھی ہم آہنگ نہیں کہ یہ واقعہ کہاں ہوا۔ والۂ داغستانی لکھتا ہے کہ بندر سورت میں اور آزاد بلگرامی نے اپنے کسی تذکرے میں عظیم آباد پٹنہ لکھا ہے لیکن ان سب میں مرأۃ الخیال قدیم العہد ہے اور اس کا بیان ہے کہ "در اثنائے تجارت اتفاقاً بر ہندو پسرے عاشق گشت" اس لئے ہم نے اس کو ترجیح دی ہے۔ بہر کیف بجلی کہیں گری ہو دیکھنا یہ ہے کہ دہقان کے خرمن سوختہ کا کیا حال ہوا۔

عشق کی شورش انگیزیاں ہر جگہ یکساں ہیں ہر عاشق گو قیس نہ ہو مگر مجنوں ضرور

ہوتا ہے اور جب عشق آتا ہے تو عقل و حواس سے کہتا ہے کہ میرے لئے جگہ خالی کردو
سرمد پر بھی یہی حالت طاری ہوئی اور جذب و جنون اس طرح چھایا کہ ہوش و حواس کے ساتھ
تمام مال و متاع تجارت بھی غارت کردیا۔ دنیوی تعلقات میں سے جسم پوشی کی بیڑی باقی
رہ گئی تھی۔ بالآخر اس بوجھ سے بھی پاؤں ہلکا ہوگیا کہ پابندیاں تو مدعیان ہشیاری کے لئے
ہیں مجنوں لایعقل مرفوع القلم ہوتے ہیں ؎

خطابمردم دیوانہ کس نہ گیرد جنوں نداری وآشفتہ خطا اینجاست

بیابان نوردی عالم عشق کی سیر و سیاحت ہے کہ اسی سے انسان کی عقل تجربہ کار
پختہ ہوتی ہے "مجنوں" جو صف عشاق میں نمایاں نظر آتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ صحرا گردی
میں کوئی اس کا حریف نہیں سرمد نے بھی مدتوں صحرا کی خاک چھانی سندھ کے ریگزاروں سے
تلوے گرم کئے ہندوستان کے گرم و سرد موسموں کو یکساں عریانی میں کاٹ دیا اور بالآخر
جب یہ عقدہ کھلا کہ ؎

بیہودہ چرا در طلبش مے گردی بنشیں اگر او خداست خود مے آید

تو پھر ایک مستقر کی تلاش ہوئی جہاں بیٹھ کر عشق کے آخری امتحان کا انتظار کیا جائے
لیکن جب نتیجہ یہی تھا تو پھر یہ بیابان نوردی کیوں تھی؟ مگر نہیں خود کہہ چکا ہوں کہ یہ بھی عشق
کے قانون کمال میں داخل ہے اور عشق کے قانون میں ؎

یکے از دستگیری ہائے عشق است عزیزاں را بخواری برکشیدن

یہ وہ زمانہ تھا کہ عنقریب بساط ہند پر عالمگیر ایک نئی چال چلنے والا تھا اور شاہجہانی
حکومت کا عہد آخری اور شہزادہ دارا شکوہ ولی عہد سلطنت تھا سلسلۂ مغلیہ میں دارا شکوہ
ایک عجیب طبیعت اور دماغ کا شخص گذرا ہے اور ہمیشہ افسوس کرنا چاہئے کہ تاریخ ہند کے قلم اس پر

گئے دشمن کا قبضہ رہا اس لئے اصلی تصویر پولیٹیکل چالوں کے گرد و غبار میں چھپ گئی وہ ابتدا سے درویش دوست اور صوفیانہ دل و دماغ کا شخص تھا اور ہمیشہ فقرا و ارباب تصوف کی صحبت میں رہتا تھا اس کی بعض تحریرات جو دست برد حوادث سے بچ گئی ہیں بتلاتی ہیں کہ ان کا لکھنے والا خود بھی ذوق و کیفیت سے خالی نہیں اس کے صاحب ذوق ہونے کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ تلاش مقصد دیر و حرم کی تمیز اٹھادی تھی اور جس نیاز کیشی کے ساتھ سلمان فقراء کے آگے سر جھکاتا تھا ویسی ہی عقیدت ہندو درویشوں کے ساتھ رکھتا تھا اس اصول سے کون صاحب حال اختلاف کر سکتا ہے کیونکہ اگر اس عالم میں بھی کفر و اسلام کی تمیز ہو تو پھر اعمی اور بصیر میں کیا فرق باقی رہ گیا، پروانہ کو تو شمع ڈھونڈھنی چاہیئے اگر صرف شمع حرم ہی کا شیدا ہے تو سوز طلبی کامل نہیں ؎

عاشق ہمہ اسلام خرابست و ہم از کفر　　پروانہ چراغ حرم و دیر نداند

سرمد جوش جنوں میں پھرتا ہوا جب شاہجہان آباد دہلی پہنچا تو قضا نے اشارہ کیا کہ قدم روک لئے جائیں کیونکہ جس جام کی تلاش ہے وہ اسی میخانہ میں ملیگا مصنف مراۃ الخیال جو عالمگیر پرستی کے معبد میں صف اولین کا طالب ہے لکھتا ہے کہ ”چوں خاطر سلطان دارا شکوہ بجانب مجانین میل داشت صحبت بوے درگرفت“ بے چارہ علی شیر ابھی ہوشیاری و دیوانگی ہی کی بحث میں سر مار رہا ہے اسے کیا خبر کہ دنیا میں ایسی ترازو بھی ہیں جن کے ایک پلے میں اگر دیوانگی رکھدی جائے تو دوسرا پلہ تمام عالم کی ہوشیاری رکھ دینے سے بھی نہیں جھک سکتا اور پھر ایسے خریدار بھی ہیں جن کو اگر ہوش و حواس کا تمام سرمایہ دیدینے سے ایک ذرہ جنون مل سکتا ہو تو بازار یوسف کی طرح ہر طرف سے ہجوم کریں۔ بہرکیف خواہ کچھ ہو عالمگیر کی ہوشیاری سے تو ہمیں دارا شکوہ کی دیوانگی اور جنون دوستی پسند آتی ہے کہ وہاں تو تیغ

ہوشیاری کشتگان حسرت کے خون سے رنگین ہے اور یہاں خود اپنے جسم کے رگہائے گردن سے خون کی نالیاں بہ رہی ہیں شائد دارا شکوہ بھی عالمگیر جیسے ہوشیاروں کی ہوشیاری سے تنگ آگیا تھا اسی لئے اس نے سرمد جیسے مجانین کی صحبت کو ہوش والوں کی مجلس پر ترجیح دی۔

غرضکہ سرمد دارا شکوہ کی صحبت میں رہنے لگا اور اُسے بھی سرمد سے کمال عقیدت تھی۔ اس زمانہ میں عشق کی شورش انگیزیاں کبھی کبھی اسے باہر نکلنے پر مجبور کرتیں لیکن چونکہ معلوم ہو چکا تھا۔ کہ آخری امتحان گاہ یہی ہے اس لئے شاہجہاں آباد سے نکل نہیں سکتا تھا یہاں تک کہ شاہجہاں کی علالت اور دارا شکوہ کی نیابت نے عالمگیری ارادوں کے ظہور کا سامان کر دیا اور ایک عرصہ کی شورش اور خونریزی کے بعد ۱۰۶۹ھ ہجری میں عالمگیر اورنگ نشین حکومت ہوا۔ یہ زمانہ دارا شکوہ کے ساتھیوں اور ہمنشینوں کے لئے خود دارا شکوہ سے کم مصیبت انگیز نہ تھا۔ بہت سے لوگ تو دارا شکوہ کے ساتھ نکل گئے اور جو رہ گئے انہوں نے اپنے آپ کو کشتی طوفان میں پایا۔ لیکن اس رند بیخبری کو اپنے استغراق میں اس کی فرصت کہاں ملتی تھی کہ دنیا کو نظر اٹھا کے دیکھے اور اگر دیکھتا بھی تو وہاں سے کیونکر نکلتا۔ کیونکہ باایں‌ہمہ بیخبری اس سے بیخبر نہ تھا کہ اب تک جو کچھ ہوا ہے عشق کی ابتدائی منزلیں تھیں۔ آخری منزل طے کرنی باقی ہے اور وہ یہیں پیش آنیوالی ہے۔ ؎

بیک دو زخم کہ خوردی ز عشق ایمن مباش ۔۔۔ کہ در کمین گہ ابرو کمانکش است ہنوز

سرمدؒ کی شہادت کے اسباب تذکرہ نویسوں نے اکثر بتلائے ہیں تذکرۃ الخیال میں ہے کہ سرمد کی اس رباعی پر جبہ پوشان شرع کے کان کھڑے ہوئے اور انہوں نے اُسے کفر قرار دیا کہ معراج جسمانی سے انکار لازم آتا ہے ؎

ہر کس کہ سر حقیقتش باور شد — او پہن تر از سپہر پہنا در شد
ملا گوئد کہ بر فلک شد احمد — سرمد گوئد فلک بہ احمد در شد

مگر اس ترک سادہ فقیہانہ جنگ و جدل سے کیا سروکار تھا اس نے نظر اٹھا کے دیکھا تک نہیں کہ یہ کور بصر کیا شور و غوغا کر رہے ہیں؟ وہ تو اس عالم میں تھا جہاں ان اقرار و انکار کی بحثوں کی آواز نہیں پہنچ سکتی ؎

در عجائبہائے طور عشق حکمتہا کم است — عقل را با صلحت اندیشیٔ مجنوں چہ کار

لیکن اصل بات یہ ہے کہ عالمگیر کی نظروں میں تو سرمد کا سب سے بڑا جرم داراشکوہ کی معیت تھی اور وہ کسی نہ کسی بہانے قتل کرنا چاہتا تھا۔ ایشیا میں ہمیشہ سے پالٹیکس مذہب کی آڑ میں رہا ہے اور ہزاروں خونریزیاں جو پولٹیکل اسباب سے ہوئی ہیں انہیں مذہب ہی کی چادر اڑھا کر چھپایا گیا ہے جب اور کوئی بہانہ ملا تو عریانی و برہنگی کو کہ خلاف رسم شرع ہے بنیاد قرار دیا اور مذکورہ بالا رباعی سے نتیجہ نکالا کہ معراج جسمانی کا منکر ہے ملا قوی اس زمانہ میں قاضی القضاۃ تھے۔ عالمگیر نے انہیں سرمد کے پاس بھیجا کہ برہنگی کی وجہ دریافت کریں ملا صاحب نے کہا کہ باوجود کمال علم و فضل برہنہ و مکشوف العورہ رہنا کس عذر پر مبنی ہے سرمد نے کہا کیا کروں شیطانی قوی ہے اور فی البدیہہ یہ رباعی پڑھی ؎

خوش بالائے کردہ چنیں پست مرا — چشمے بدو جام بردہ از دست مرا
او در بغل منست و من در طلبش — دزدے عجبے برہنہ کردہ است مرا

ملا صاحب برہم ہوئے اور برہم ہونے کی بات ہی تھی کیونکہ اسلام کی توہین نہیں کی گئی مگر خود ان کے وجود اسلام کی سخت اہانت ہوئی تھی۔ ان کا اسم سامی ابلیس لعین کا وصف قرار پایا بہر کیف انہوں نے عالمگیر سے آکر کہا کہ کفر کا کافی مواد ہاتھ آگیا ہے اور قلمدان لکھو لیا

چاہا کہ علمائے ظاہر کی تیغ خون آشام اسی نیام میں رہتی ہے لیکن عالمگیر کی عاقبت اندیشیوں نے صرف اس بہانے کو کافی نہ سمجھا وہ خوب سمجھتا تھا کہ سرمد کوئی معمولی شخص نہیں ہے جس کا قتل ایک عامۃ الورود واقعہ سمجھا جائیگا۔ علم وفضل کے لحاظ سے کوئی اس کا ہمتا نہیں اور رجوع خلائق کا یہ حال ہے کہ سارا شاہجہان آباد اس کا معتقد اور ہوا خواہ ہے اسلئے جب تک کوئی بہانہ کافی ہاتھ نہ آئے اس ارادے کو ملتوی رکھنا چاہئے۔

اسلام کے اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں فقہا کا قلم ہمیشہ تیغ بے نیام رہا ہے اور ہزاروں حق پرستوں کا خون ان کے فتووں کا دامنگیر ہے اسلام کی تاریخ کو خواہ کہیں سے پڑھو مگر سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں کہ بادشاہ جب خونریزی پر آتا تھا تو دار الافتاء کا قلم اور سپہ سالار کی تیغ دونوں یکساں طور پر کام دیتے تھے صوفیہ اور ارباب وطن پر منحصر نہیں علمائے شریعت میں سے بھی جو نکتہ بیں اسرار حقیقت کے قریب ہوئے فقہاء کے ہاتھوں انہیں مصیبتیں اٹھانی پڑیں اور بالآخر سر دے کر نجات پائی سرمد بھی اسی تیغ کا شہید ہے ؎

چوں میرود نظیری خونیں کفن بحشر
خلقے فغاں کنند کہ این دادخواہ کیست

آخر الامر یہ قرار پایا کہ سرمد کو علماؤ فضلائے عصر کے مجمع میں طلب کیا جائے اور تمام علماء کی جو رائے قائم ہو۔ اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے چنانچہ مجلس منعقد ہوئی اور سرمد کو بلایا گیا سب سے پہلے خود عالمگیر مخاطب ہوا اور پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں سرمد نے دارا شکوہ کو مژدہ سلطنت دیا تھا کیا یہ سچ ہے سرمد نے کہا ہاں اور وہ مژدہ درست نکلا کہ اُسے ابدی سلطنت کی تاجپوشی نصیب ہوئی عمامہ بندوں نے کہا کہ برہنگی شرع کے خلاف ہے اور اس کے لئے صاحب عقل وتمیز کا کوئی عذر مسموع نہیں اس کا جواب تو سرمد پہلے ہی دے چکا تھا۔ ع

دزدے بجبہ کہ برہنہ کردہ است مرا

خلیفہ ابراہیم بدخشانی اواخر عہد عالمگیری میں ایک صاحب طریقت بزرگ گذرے ہیں۔ جو ابتدائے جوانی میں سپاہی پیشہ تھے۔ اور فتح اللہ خاں کے ہاں کہ امرائے عالمگیری میں سے تھا نوکر ہوگئے تھے اتفاقاً میر جلال الدین بدخشانی نامی ایک صاحب حال بزرگ کی ان پر نظر پڑ گئی اور ان کو فیض پذیر دیکھ کر اپنی تربیت میں لے لیا رفتہ رفتہ یہ خود بھی صاحب حال ہوگئے علم ظاہری کی تحصیل کا گو موقع نہ ملا لیکن مذاق فطری کا یہ حال تھا کہ مثنوی معنوی کا دفتر ہفتم چار حصوں میں نظم کیا۔ جو ذرد و کیفیت سے لبریز ہے معزالدین جہاندار شاہ کو ان کی خدمت میں کمال اعتقاد تھا اور ہندوستان و دکن میں ہزاروں اشخاص انکے معتقد و حلقہ بگوش تھے۔

والۂ داغستانی انہیں بزرگ سے روایت کرتا ہے کہ جب مجمع علماء میں سرمد کو لباس پہننے کے لئے کہا گیا اور مسموع نہ ہوا تو بادشاہ نے علماء سے کہا کہ محض برہنگی وجہ قتل نہیں ہوسکتی اس سے کہا جائے کہ کلمہ طیبہ پڑھے اور یہ اس لئے کہا کہ بادشاہ سن چکا تھا کہ سرمد کی اس عادات عجیبہ میں سے ایک یہ عادت بھی ہے کہ کلمۂ طیب جب پڑھتا ہے تو لاالٰہ سے زیادہ نہیں کہتا۔ علماء نے سرمد سے کلمہ پڑھنے کی خواہش کی تو اپنی عادت کے بموجب صرف لاالٰہ پڑھا کہ جملۂ نفی ہے اس پر علماء نے شور مچایا تو کہا ابھی تک میں نفی میں مستغرق ہوں مرتبۂ اثبات تک نہیں پہنچا اگر الا اللہ کہوں گا تو جھوٹ ہوگا اور جو دل میں نہ ہو وہ زبان پر کیسے آئے؟ علماء نے کہا ایسا کہنا کفر صریح ہے اگر توبہ نہ کرے تو مستحق قتل ہے یہ ظاہر پرست نہیں جانتے تھے کہ سرمد اس سے بہت اونچا ہے کہ کفر و ایمان کی بحثیں سنائی جائیں اور قتل و خون کے احکام سے مرعوب ہو یہ کفر ساز تو اپنے مدرسہ و مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر سوچتے تھے کہ اس کی کرسی کتنی اونچی ہے اور وہ اُس منارۂ عشق پر تھا جہاں اور کعبہ و مندر بالمقابل

نظر آتے ہیں اور جہاں کفر و ایمان کے علم ایک ساتھ لہراتے ہیں ؎

کشورے ہست کہ درمے رودار کفر سخن ہمہ جا گفت و شنو بر سر ایماں نرود

سرمد نے تو اپنی اصلی حالت بے کم و کاست بیان کر دی تھی ایمان بالغیب پر جو لوگ قانع نہیں ہوتے (اس عدم قناعت ہی کا نام تلاش حقیقت ہے) وہ اپنے اقرار کو مشاہدہ عینی سے اُستوار کرنا چاہتے ہیں اور شاہد حقیقت کی رونمائی نقد شہادت ہے جو ابھی سرمد کو نصیب نہیں ہوئی تھی بس جس چیز کو دیکھا نہ تھا کیونکر کہتا کہ "ہے"، اس ملک کے جتنے رہرو ہیں سب ہی کو اس منزل سے دوچار ہونا پڑتا ہے لیکن سرمد کا جرم یہ تھا کہ وہ جس جام کو چھپ کر پیتے ہیں سرمد نے علانیہ منہ سے لگایا اور دُرّہ محتسب کا مستحق ٹھہرا ؎

خرقہ پوشاں ہمہ گرمست گذشتند گذشت قصہ ماست کہ در کوچہ و بازار بماند

اور نظر تعمق سے دیکھئے تو یہ اعلان ضروری تھا کیونکہ جب اس سفر کی آخری منزل شہادت تھی تو خواہ ناقہ کا رخ کسی طرف ہوتا دستِ کارفرما کا فرض تھا کہ اسی طرح پھیر دے ؎

منصور را کہ رخصت اظہار دادہ اند غیر از قصاص محبتِ نداں نبودہ شرط

غرضکہ جب سرمد نے توبہ نہ کی تو علماء نے بلا تامل فتویٰ قتل صادر کیا اور دوسرے دن قتل گاہ میں لے گئے بموجب بیان مراۃ الخیال یہ واقعہ ۱۰۷۲ھ ہجری میں ہوا کہ عالمگیر کی تخت نشینی کو تین سال سے زیادہ زمانہ نہیں گذرا تھا ؎

نو بوئم دوست شد ترسم کہ استیلائے عشق یک انا الحق گوئے دیگر بر سر دار آورد

شاہ اسد اللہ نامی ایک مرد درویش وحق آگاہ راوی ہیں کہ مجھے سرمد کی خدمت میں کمال خصوصیت حاصل تھی۔ جب شورش و ہنگامہ شروع ہوا تو مجھ سے نہ رہا گیا ایک دن موقع پا کر عرض کیا کہ اگر اپنی وضع و حالت بدل دیں تو بندگان الٰہی کی منت و سماجت دیکھتے ہوئے

بظاہر کوئی نقصان نہیں"۔ یہ سنکر نظر اٹھائی اور اپنا یہ شعر پڑھ دیا ؎

عمریست کہ آوازۂ منصور کہن شد — من از سر تو جلوہ دہم دار و رسن را

جب سرمد کو شہادت گاہ لیچلے تو بیان کیا جاتا ہے کہ تمام شہر ٹوٹ پڑا تھا اور اس قدر ہجوم تھا کہ راہ چلنا دشوار ہو گیا تھا۔ عشق کی نیرنگیوں کو کیا کہئے جہاں کا عام پسند تماشا خونریزی ہے اور جہاں قربانی سے بڑھ کر کوئی دل پسند کھیل نہیں جب کوئی سودادہ سر بکف بڑھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دولہے کی سواری جا رہی ہے اور براتیوں کا ہجوم ہے کہ شانے سے شانہ چھلتا ہے ؎

بجرم عشق توام میکشند و غوغائیست — تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

مگر یہ عشق مجازی ہی تھا کہ سر بام آنے کی خواہش کی گئی ورنہ سرمد کو تو سر اٹھانے کی بھی ضرورت نہ ہوئی جب جلاد تلوار چمکاتا ہوا آگے بڑھا تو مسکرا کر نظر ملائی اور کہا "فدائے تو شوم بیا بیا کہ تو بہر صورتے کہ مے آئی من ترا خوب مے شناسم" صاحب مرآۃ الخیال راوی ہے کہ اس جملہ کے کہنے کے بعد یہ شعر پڑھا اور مردانہ وار تلوار کے نیچے رکھ کر جان دیدی ؎

شورے شد و از خواب عدم چشم کشودیم — دیدیم کہ باقی ست شب فتنہ غنودیم

صاحب مرآۃ الخیال کو عالمگیر کی خوشامد سے اتنی فرصت کہاں تھی کہ سرمد کی نعش خون آلود پر اشک افشانی کرتا لیکن ستم یہ ہے کہ اس سنگین دلی پر قانع نہ ہو کر چاہتا ہے کہ کسی طرح یہ خونریزی بھی عالمگیر کے دفتر مناقب و فضائل میں جگہ پائے حالانکہ اس دفتر میں تو پہلے ہی سے ہر صفحہ رنگین ہے اس کو بھی عشق کی شیوہ گری سمجھئے کہ بھائی کی قربانیوں سے جنکے ہاتھ خون آلود ہوتے ہیں وہ مجرم و خونی ہونے کی جگہ تحسین و ثواب کا صلہ مانگتے ہیں گویا میدان عشق بھی قربان گاہ بنا ہے کہ جس قدر خون بہائے عین ثواب ہے ؎

یہ عجب ہیں رسم دیکھی کہ بروز عید قربان ۔۔۔ وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سرمد کی جہاں قبر سمجھی جاتی ہے یہ اس کا مدفن نہیں صرف شہد ہے لیکن والہ داغستانی نے تصریح کر دی ہے کہ "در جنب مسجد جامع گردن او را زدند و در ہمانجا دفن کردند" یہ مقام موجودہ مقام مزار کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ پھر لکھتے ہیں کہ راقم الحروف بزیارت مزار وے مکرر مشرف شدہ ام در چہار فصل سبز و از تربتش کم نمی شود والحق فیض عجیبے در زیارت آں منصور ثانی است" والہ داغستانی عہد محمد شاہی میں تھا اور اس کے تذکرہ کا سال تصنیف ۱۱۶۱ھ ہے لیکن آج بھی شہد سرمد زیارت گاہ عوام و خاص ہے اور ہمیشہ فاتحہ کے ہاتھ اس کے آگے رو بآسمان رہتے ہیں ؎

بر سر تربت چوں گذری ہمت خواہ ۔۔۔ کہ زیارت گہ رندان جہاں خواہد بود

خلیفہ ابراہیم جن کے حالات اوپر گذر چکے ہیں راوی ہیں کہ سرمد نے زندگی میں کلمۂ طیبہ لا الہ سے زیادہ نہیں پڑھا۔ لیکن جب شہادت پائی تو لوگوں نے سنا کہ سر کشتہ سے تین بار الا اللہ کی صدا بلند ہوئی اس کے علاوہ والہ داغستانی لکھتے ہیں کہ ایک ثقہ جماعت سے سنا گیا ہے کہ سرمد کا سر مقتول کلمہ طیبہ پڑھتا رہا اور اتنا ہی نہیں بلکہ کچھ دیر مصروف حمد الٰہی بھی رہا موجودہ زمانہ میں ایسی روائتوں پہ لوگ بمشکل یقین لائینگے اور سوانح نگار کا فرض ہے کہ خوش اعتقادی کی روایات اور تاریخ کو الگ الگ رکھے لیکن ہمیں تو یہ بیان پڑھکر کچھ تعجب نہ ہوا۔ کیونکہ اگر خوش اعتقادی کے کان نہیں ہیں تو کیا حقیقت بینی کی آنکھوں سے بھی محروم ہو جانا چاہئے؟ ہم نے بہار میں شگفتہ و شاداب پھولوں اور خزاں میں افسردہ و خشک شاخوں کو باتیں کرتے دیکھا ہے پھر اگر ایک شہید عشق کے سر مقتول کی لبیں ہلتی نظر آئیں تو کیوں تعجب ہو؟ ممکن ہے کہ سرمد کے بیجان سر سے زیادہ گذر گئے ہمارے کانوں میں تو

اب تک شہید سرمد سے صدا آرہی ہے ؎

کس بچہ داند قدر مرد بہائے عشق؛		منت ایں مرگ بر جان من است

عالمگیر ۱۰۶۸ھ ہجری میں تخت نشین ہوا اور تین سال کے بعد سرمد کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد ایک قرن سے زیادہ عرصہ تک حکومت کی اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ

خونے کہ عشق ریزد ہرگز ہدر نباشد

یہ سرمد کے خون کی ہی نیرنگیاں تھیں کہ اس تمام مدت میں عالمگیر کو کبھی راحت و اطمینان کے دن نصیب نہ ہوئے یہاں تک کہ پیغام اجل بھی آیا تو عالم غربت و پریشانی میں مگر سوانح نویس کے قلم سے ایسے جملے نہیں نکل سکتے ہمارے لئے تو یہی بہتر ہے کہ ہو سکے تو عالمگیر کو بھی اس معاملہ میں معذور سمجھیں۔ تاریخ قیاس و ظنون اور شخصی آراء کے پریشان مجموعوں کا نام ہے آج چند میلوں کے فاصلہ پر ایک حادثہ گذرتا ہے تو اخباروں کے دو نامہ نگار متفق البیان نہیں ہوتے کس کو معلوم ہے کہ اس وقت کی اصلی حالت کیا تھی اور عالمگیر کے گرد و پیش کن حالات و اسباب کا ہجوم تھا؟ پھر یہ بھی ہے کہ خون ریختگان عشق جب اپنے قاتلوں سے گلہ مند جفا نہیں تو ہمیں کیا حق ہے کہ ان کی شکائت سے قلم آلودہ ہوں جب سرمد نے جلاد سے کہا "تو بہر صورتے کہ مے آئی من ترا خوب میشناسم" آیا تو اسے عالمگیر اور عالمگیری علماء سے کیا شکائت ہوگی؟

بات یہ ہے کہ دیار محبت میں انتقام دعویٰ کی شنوائی نہیں اور عشق کے مذہب میں کینہ و عداوت سے بڑھ کر کوئی شے حرام نہیں یہاں سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ قاتل تیغ لیکر آئے تو سر جھکا دیجے اور ہو سکے تو اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیجئے۔ ؎

شکست سینہ ظہوری پر از محبت یار		برائے کینۂ اغیار در دلم جا نیست

سرمد کے کلام کا ایک صحیح اور قلمی نسخہ میرے کتب خانے میں موجود ہے۔ مگر اس وقت پیش نظر

نہیں تو چند سطروں کا ارادہ تھا۔ مگر صفحے ہو گئے اور عشق کی حکائت کب ختم ہونیوالی ہے اس لئے چاہتا ہوں۔ کہ روح سرمد پر دست فاتحہ اٹھا کر خاموش ہو جاؤں آئندہ کبھی موقع ملا تو سرمد کا کلام پیش کروں گا۔ افسوس ہے کہ یہ داستان مختصر نہ ہو سکی۔ مگر شہیدانِ محبت کی یاد میں جتنی دیر افسردہ رہ سکئے بہتر ہے ؎

لذیذ بود حکائت دراز تر گفتم — چنانکہ حرف عصا گفت موسیٰؑ اندر طور

ابوالکلام آزاد دہلوی

تمت

طبی سلسلہ

مشاہیر اسلام کے متبرک سلسلہ نے بوجہ کمی قیمت و دلچسپی مضامین جس قدر بے اندازہ شرف قبولیت حاصل کیا اس سے متاثر ہو کر یہ دلچسپ طبی سلسلہ اسی طرز پر شروع کیا ہے جس میں نہایت تحقیق سے امراض کی حقیقت اسباب اور دیسی یونانی۔ انگریزی علاج درج کئے گئے ہیں مندرجہ ذیل حسب ذیل نمبران تیار ہیں۔

(۱) الجریان۔ جریان کی مفصل تشریح اور علاج صرف وہی نسخے درج کئے ہیں جو ہر ایک شخص آسانی سے تیار کرے اور جو اپنے مجرب اور آزمودہ ہیں۔

اصل قیمت ۳ر رعایتی ۱ر

(۲) مردانہ بیماریاں۔ ضعف باہ۔ جریان۔ آتشک۔ سوزاک جلق نامردی وغیرہ تمام مردانہ بیماریوں کی مفصل تشریح اور علاج نہایت بیش قیمت اور قابل دید کتاب ہے۔

قیمت اصل ۱۲ر رعایتی ۴ر ہے

المشتہر

منیجر کارخانہ صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

پنجاب

بہادرانِ اسلام

خالد بن ولید حضرت خالد بن ولید پہلے اسلامی سپہ سالار ہیں جن کی فتوحات پر اسلام اور مسلمانوں کو ناز ہے جنہوں نے اپنی بے نظیر شجاعت سے سلاطین مصر و روم اور فرمانروایانِ ایران و شام کو مطیع فرمان بنالیا۔ آپ کے حالات ہر ایک مسلمان کو پڑھنے ضروری ہیں اصل قیمت ۱۲ر رعائتی ۴

سلطان صلاح الدین حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی وہ مشہور شہنشاہ ہوا ہے جس نے صلیبی لڑائیوں میں کل یوروپ کی متفقہ فوجوں کو شکست فاش دیکر یورپ میں اسلامی جھنڈا گاڑا اور اپنے اوپر شہنشاہی آرام حرام کرکے اسلام کا بول بالا کردیا۔ آپکے حالات زندگی بھی ہر ایک سچے مسلمان کو ضرور پڑھنے چاہئیں۔ اصل قیمت ۱۰ر رعائتی ۳ر

غازی عثمان پاشا شہر پلیونا غازی عثمان پاشا کے حالات زندگی جنہوں نے گذشتہ جنگ روم روس میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے تھے قیمت فی جلد ۸ر رعائتی ۲ر

حضرت عمر بن عبدالعزیز بنی امیہ میں سب سے اچھے جوانمرد۔ صالح اور متدین خلیفہ کے حالات زندگی۔ جن کی مطالعہ ہر ایک نیک مسلمان کو ضرور کرنی چاہئے قیمت فی جلد ۹ر رعائتی ۳ر

المشتہر

مینجر صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات پنجاب